Tarseel, Vol.18 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE
Center for Distance and Online Education
University of Kashmir

ڈاکٹر شائستہ یوسف کی شعری تخلیقات کا تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر رضوانہ پروین (ارم)

تلخیص

عورتوں کے دکھ عجب ہیں، سکھ ہیں اس سے بھی عجیب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ

تانیثی شاعری بھیگتے کاجل اور ہنستے ہوئے لبوں میں دبی دبی سرد آہوں کا استعارہ ہے، تانیثی فکر نے شعری افق پر قوس قزح سے جذبوں کو اچھال کر اردو شاعری کو متنوع موضوعات و افکار، ندرت اسلوب اور نسائی جذبوں کو اپنے مخصوص لب و لہجے میں شاعرانہ پیکر عطا کر کے اردو شاعری کے لیے دریافت کا ایک نیا دریچہ کھول دیا ہے۔ تانیثی شاعری دراصل جدید لب و لہجے میں پدری نظام جبر کے خلاف ایک شعری جہاد سے مماثل ہے۔ متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ گھریلو خواتین کی ناآسودہ آرزوؤں، تمناؤں، اور گھٹی گھٹی خواہشوں کا ماتم کدہ ہے کہ جہاں انکی سسکیاں، فریادیں احتجاج سب کچھ دفن ہیں۔ تانیثی حقوق کی پامالی، سماجی بدعنوانیاں، اخلاقی پستیاں، مبنی بر پدری نظام معاشرے میں خواتین کے ساتھ برپا ہونے والے غیر مساویانہ رویے، ناروا سلوک، رشتوں کی بے حسی، جذباتی، اذہانی، اخلاقی، تعلیمی،

معاشی، معاشرتی وجنسی استحصال، خوابوں، آدرشوں اور اعتقادات، متزلزل ہوتے اعتماد کے مسمار ہونے کی اذیتیں بھی تانیثی شاعری کو مترشح کرتی ہیں۔ جدید شاعرات کشور ناہید کے ان جذبوں کی ہم خیال ہیں کہ۔

مجھے جن جذبوں نے خوفزدہ کیا تھا
اب میں انکے اظہار سے
دوسروں کو خوف سے لرزتا دیکھ رہی ہوں

بحر حال نسائی تحریک کی بیداری نے نسائی وجود کو کھلے آسمانوں میں پرواز کرنے کی جرائتیں عطا کیں، چنانچہ گمنامی کے غاروں میں دبی گھٹی گھٹی سسکیوں کو اور تاریکی میں ڈوبی آوازوں کو فلک کی بیکرانیوں سے ہم کنار کیا ہے۔ اردو شاعری میں تانیثی شاعری دریافت کا ایک نیا دریچہ ہے جو اس شعر کا مصداق ہے کہ۔

شب کے سناٹے میں ڈوبی ہوئی آواز ہوں میں
اس اندھیرے کے سمندر سے نکالو مجھکو

اس مضمون میں جن بنیادی نکات کو تحقیقی وتنقیدی انداز میں سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے وہ یوں ہیں تانیثیت کیا ہے؟، تانیثی شاعری، تاریخ وروایت، مغربی افکار وشعری شعور، فیمنزم کی تحریک، جدید شاعرات اردو ڈاکٹر شائشتہ یوسف کا تعارف، ڈاکٹر شائشتہ کی تخلیقات وشعری کائنات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ناقدین کی آراء، ادبی وسماجی خدمات، جدید شعری منظرنامے میں منفرد تانیثی آواز، ڈاکٹر شائشتہ یوسف کی شاعرانہ جہات وانفرادیت، اسلوب نگارش، کلام کا تجزیاتی مطالعہ، اعزازات وانعامات

کلیدی الفاظ:

علوم وفنون، ادبیات عالم، صنعتی انقلاب، تانیثی فکر، ماحولیاتی تنقید، ترسیل وابلاغ، نظمیہ شاعری، تحقیقی معیار

شاعری بذات خود تمام علوم وفنون پر فوقیت رکھتی ہے۔ ادبیات عالم اور فنون لطیفہ میں شاعری کو اولیت حاصل رہی ہے، تبھی تو W. Samerset Maugham نے کہا ہے کہ:

"Poetry is a crown of Literature"1

اور Alice Walker نے شاعری کو روح حیات وانقلاب واحتجاج سے عبارت کیا ہے:

Poetry is the life blood of Rebellion, revolution and the raising of consciousness" 2

اور William words worth نے شاعری کو احساسات وجذبات کا بے ساختہ اظہار قرار دیا ہے۔

"Poetry is the spontaneous overflow of powerful feeling. It takes it origin form emotion recollected in transquility"3

تانیثیت ایک توانا اور مضبوط انداز فکر ہے۔ تانیثی ادب کا آغاز مغرب میں انقلاب فرانس اور صنعتی انقلاب سے رونما ہوا۔ 1792 میں Meri wall stone craft نے شہر آفاق کتاب vindication of the right of women لکھ کر تانیثی فکر کو اجالا کیا، بعدازاں اسی تناظر میں Virginia woolf نے A Room of ones own اور سیمون دی بوؤار نے The second sex لکھ کر تانیثی فکر کو تقویت عطا کی۔ مابعد جدید دور میں یعنی 1990 سے عورتوں کے لسانی، تمدنی، سماجی، مذہبی اور سیاسی تشخص کو ابھارنے کی بھرپور سعی کی جانے لگی۔ معاصر عہد میں 2008 سے تانیثی وجود نے سائنس اور ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کر لی اگر چہ پدرانہ تسلط، مذہبی دقیانوسیت ہنوز مشرقی تانیثیت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی رہی، باوجود اسکے خواتین نے اپنی جودت فکر، تخلیقی صلاحیتوں، مضبوط قوت ارادی اور اختراعی صلاحیتوں و بیدار مغزی سے تانیثی افق پر منفرد لب و لہجے اور نسائی موضوعات کے انوکھے ذائقے کے ساتھ آسمان شاعری پہ ستارے ٹانکنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ غزل ہو کہ نظم، قصیدہ ہو کہ مرثیہ، افسانہ ہو کہ ناول، سوانح ہو کہ سفرنامے، تحقیق ہو کہ تنقید، ماحولیات ہو کہ ابلاغ عامہ، غرض کہ فرش تا بہ عرش حتیٰ کہ مریخ پر کمندیں ڈالنے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔ اردو شاعری کی توانا روایت کے بنیاد گزاروں

میں ماہ لقابائی چندا، سیدہ خیر النساء، آمنہ خاتون، عصمت آرا، ادا جعفری، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر، عذرا عباس، مسرت شاہین، شبنم شکیل، سارا شگفتہ اور ڈاکٹر شائستہ یوسف کے نام سرفہرست ہیں۔ آزادی کے بعد جن شاعراتِ اردو نے اردو ادب کو تانیثی فکر، منفرد لب و لہجے سے منور کیا، ان میں ایک اہم نام ڈاکٹر شائستہ یوسف صاحبہ کا ہے کہ جنہوں نے مدھم سروں میں اپنا انحراف کچھ اس انداز میں درج کرایا ہے کہ ''کوئلہ بھئی نہ راکھ'' کی مصداق بن گئیں۔ ان کی نظم نجات ایسے ہی جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ نظم ملاحظہ کریں ؎

ذہن ایک آتش فشان ہے
جس میں منظر اور نغمے کا
باتوں کا، یادوں کا
ایسا لاوا ہے
جس کی کوئی شکل نہیں
لیکن
جس دن
اس میں ہلچل ہوگی
باتیں منظر کھا جائیں گی
یادیں
آگ کی کشتی ہوگی
شعلے نقش مٹاتے جائینگے
پھر آواز میں جادو ہوگا
اور لاوے میں
بہتے بہتے
سب دیواریں گر جائینگی

تنہائی تنہا نہ رہے گی

(نظم نجات)

عالمی ادبی منظرنامے میں تانیثیت ایک اہم ادبی نظریے سے عبارت ہے، جس کا مطمح نظر مختلف سطحوں پر خواتین کے تشخص، عزت نفس اور حمیت و غیرت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ گوناگوں مسائل کا حل تلاش کرنا تھا اور ان مسائل کے تدراک کے لیے مغرب و مشرق میں رونما ہونے والی مختلف ادبی تحریکات، رجحانات اور نظریات کی طرح تانیثیت بھی اپنی ایک منفرد شان رکھتی ہے کہ نسائی ادب کی شمولیت اور آمیزش کے بغیر ثقافتی، تہذیبی و تمدنی، سیاسی و سماجی، نیز ادبی و تاریخی بوطیقا مکمل قرار نہیں پا سکتی۔ تانیثی ادب عورت کی جسمانی، اذہانی غلامی، مقامی و مذہبی اجارہ داری، جنسی تفریق، سماجی جبر اور معاشی نابرابری کے خلاف ایک قلمی جہاد ہے۔ خواتین کی عزت نفس کو مجروح کرنے والی تمام تر فکر پر ایک کاری ضرب ہے، عہد قدیم سے خواتین بطور تحفۂ کنیز، لونڈی اور دلبستگی و تفریح طبع کا سامان بنتی رہی ہیں اور اسی دقیانوسی سوچ کو بدلنے کے غرض سے تانیثی فکر کا احتجاج و انحراف انکی تخلیقات میں در آیا۔ چنانچہ اپنی بلندی فکر، توانا آواز انحراف اور خوداعتمادی سے بنی نوع انسان کو یہ باور کرایا کہ عورت مالِ تجارت ہے نہ جنسی تسکین کا ذریعہ، بلکہ عورت ایک مکمل وجود ہے اور بحیثیت انسان اسکی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ تانیثی ادب نے خواتین کو شعبۂ زندگی کے تمام تر اعلیٰ وارفع عہدوں پر فائز ہونے کی اہلیت بخشی اور مردوں کے شانہ بہ شانہ اپنی بقا اور ترقی کی راہیں ہموار کرنے کا پیغام دیا۔ چنانچہ عورت آج عدلیہ، پارلیامنٹ، ماس میڈیا آرمی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے دیگر ترقی یافتہ شعبہ جات میں مردوں کے قدم سے قدم ملا کر آسمان پر کمندیں ڈال رہی ہے۔ ماقبل جدید دور میں عورتیں مجموعی غلامی کے خلاف سینہ بہ سپر نظر آنے لگیں۔ جدید دور میں دوسری جنگ عظیم کے بعد 1960 میں خواتین کے ہر طرح کے استحصال، خانگی اور خارجی توالد و تناسل، گھریلو تشدد، عصمت دری، طلاق، حق مہر، پر قوانین نافذ ہونے لگے۔ جدید دور انفرادی آزادی کا ترجمان ہے۔ اردو ہی نہیں بلکہ انگریزی تانیثی اسلوب میں بھی خوداعتمادی، خودشناشی، عزت نفس، للکار، اختلاف، انکار و انحراف کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ فرانس، انگلینڈ اور امریکہ ہی نہیں بلکہ ایشیاء و افریقہ میں بھی تانیثیت کے وجود میں آنے کا بنیادی سبب مرد اساس معاشرے کے خلاف بیزاری اور ناروا و نازیبا سلوک ہے۔ بیسویں صدی میں تانیثیت کی تحریک نے عذرا عباس سے ایسی نظمیں لکھوائیں "نظم سدابہار" ملاحظہ کریں۔

سدا بہار کچھ بھی نہیں ہے
بس ہیں ہماری مجبوریاں
ان پر بہار رہتی ہے
یہ ہر موسم میں
ہماری زندگی کی کیاریوں میں کھلتی رہتی ہیں
نظم "سدا بہار از عذرا عباس

بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

''چونکہ ادب کی تاریخ بلکہ تمام تر تواریخ پر مرد حاوی رہے ہیں۔ اس لیے ادب کی دنیا سے تانیثی نقطۂ نظر اور ادبی ستون کی فہرست میں عورتوں کے ستون کا شعوری یا غیر شعوری طور پر اخراج کیا جاتا رہا ہے۔''۴

تانیثی شاعری کے متعلق Audre Lord کا خیال ہے کہ:

"For women, their poetry is not a luxury. It is a vital necessity of our existence. It forms the quality of the light within, which we predicate our hopes and dreams towards survival and change, first made into language, then into Idea, then into tangible action"5

اور Feminist Movement کی قدآور شخصیت Virginia woolf رقمطراز ہیں کہ:

"There is no gate, no locks, no bolt that you
can set up on the freedom of my mind"6

"There is something so special about a women who dominates in a men's world. It take a certain grace fearlessness and the never to never take no for an answer." 7

Wikipedia کے مطابق تانیثی شاعری کو ان لفظوں میں مترشح کیا گیا ہے کہ:

"Formally feminist poetry often seeks to change assumptions about language and meaning. It usually for grounds women's experiences as valid and worthy of attention and it also highlights the lived experiences of minorities and other." 7

مذکورہ تانیثی شاعری کے تناظر میں جب ہم ڈاکٹر شائستہ یوسف کی شخصیت اور فن کی جانب توجہ مرکوز کرتے ہیں تو بے ساختہ خلیل مامون کا یہ خیال ذہن میں کوندجاتا ہے کہ:

''شائستہ یوسف کی شاعری ایک ایسی مضطرب روح کی پکار ہے جو ازلی رشتوں کی تلاش میں خلاؤں، آسمانوں اور زمینوں میں گونج رہی ہے، اسکی گونج میں دیو مالائی پیکروں کا لمس بھی ہے اور جدید حقائق کا مدقوق سایہ بھی۔'' ۸

ڈاکٹر شائستہ یوسف ایک فرد، ایک نسائی وجود ہی نہیں بلکہ ایک مضطرب روح، ایک سرگوشی، ایک انحرافی آواز، ایک مدھم شائستہ لہجہ، بے بسی و اختیار کا استعارہ، شاخ گل کی خمار رعنائیوں کا عکس، فلک کی بیکرانی اور امواج کی روانیوں کا اشارہ، حاصل ولا حاصل کی تلاش کا قطب تارا، نفسیاتی و جمالیاتی نسائی کیفیات کا اظہاریہ، حقیقت اور خواب کا گہوارہ، شاعری، تحقیق و تنقید سے آراستہ باشعور، بیدار مغز شخصیت، اردو زبان و ادب، علم نفسیات Naturopathy اور Herbal Cosmetics پر دسترس حاصل کرنے والی ادبیہ، شاعرہ اور سماجی کارکن شمس النساء نسیم قلمی نام شائستہ یوسف، آب آئینہ و نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ''اردو غزل کا نظم پر اثر و تنقیدی کاوش مترجم'' (تاریخ پیدائش 15 جون 1951) بنگلور اردو اکادمی سے

اعجاز یافتہ، یادرفتگاں، محمود ایاز، مجموعہ کلام، گل خودرو، سونی پر چھائیاں اور دیگر تصانیف کی خالق، جدید اردو شاعری کی فعال ہستی، مدیرہ "اختلاف ویکلی"، "نیا ادب" اور میراث گویا ان کی ایک ذات جملہ خصوصیات سے آراستہ ہے، متعدد انجمنوں کی رکنیت حاصل ہے۔ساہتیہ اکادمی ایڈوائزری بورڈ NCPULپرسار بھارتی کی Advisory Board کی فعال ممبر ہیں۔

ڈاکٹر شائستہ یوسف کی تخلیقی کائنات دو مشہور اصنافِ شاعری خصوصاً نظم اور غزل پر مشتمل ہے۔ان کی شاعری کی ابتدا 1970 میں ہوئی۔(گل خودرو–1985)اور(سونی پر چھائیاں–2008)ان کی انفرادی شعری حیثیت کی ضامن ہیں۔ غزل زخمی غزال کی آہ یا تیر نیم کش یا محبوب سے باتیں کرنے یعنی عشقیہ اور غنائیہ شاعری سے عبارت ہے، شائستہ یوسف کی غزلیں قوس قزح کے ساتوں رنگوں کا استعارہ ہیں کہ جس میں غم و خوشی، احتجاج و مزاحمت، نازک جذبات واحساسات، پنہاں ہیں۔چند اشعار ملاحظہ کریں ۔

ذہن میں آہنی دریچے ہیں
خواب شیشے کے ہم سجاتے ہیں

گو کہ بستر تھے سنگ ریزوں کے
خواب پھولوں کے دیکھتے تھے ہم

میں روایت ہوں ایک بھولی ہوئی
اور تو جدتوں میں رہتا ہے

برہنہ ڈالیاں مجھ کو سکھا رہی ہیں سبق
لباس حسن خزاں کا بہت انوکھا ہے

مدتوں سے مری تصویر جکڑ رکھی ہے
مری خواہش ہے کہ شیشے کی یہ دیوار گرے

ہاتھ میں دھر لیا تھا انگارہ
تجربہ یہ بھی پہلا پہلا تھا

لہجے کی تمکنت، جذبوں کا باغیانہ اظہار، ذات کا کرب، کرب نارسائی کا دکھ، حرف حرف سے عیاں ہے۔قدیم روایات

کی آہنی زنجیروں کوتوڑنا کارمشکل ہی سہی ناممکن نہیں،سو یہ گلہ باالفاظ پروین شاکر ؎

پابہ گل سب ہیں رہائی کی کرے تدبیر کون
دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون

سچ جہاں پابستہ ملزم کے کٹہرے میں ملے
اس عدالت میں سنے گا عدل کی تفسیر کون

میرا سر حاضر ہے لیکن میرا منصف دیکھ لے
کر رہا ہے میری فردجرم کو تحریرکون

ذاتی شناخت کا مسئلہ ہنوز قائم ہے،تانیثیت تمام ترترقیات کے باوجود، پابہ زنجیر آج بھی ہے ؎

مری دوڑ تھی تیرے ہاتھ میں تو کھلی فضاؤں کا فائدہ
میرے پاس بھی ہیں سوال کچھ تو بپا تو روز حساب کر

اسی ازلی دکھ کوشائشتہ یوسف صاحبہ نے نہایت مہذب لہجے میں کچھ یوں رقم کیا ہے کہ ؎

چاہتی ہوں فلک کو چھو لینا
جانتی ہوں مگر مقام اپنا
کیا یہی ہے شناخت شائشتہ
ماں نے جو رکھ دیا ہے نام اپنا
دل سے اکثر سوال کرتی ہوں
کیوں میں لمحوں میں جیتی مرتی ہوں
اپنے سائے سے پاؤں چھٹکارا
روز ایسی دعائیں کرتی ہوں

اکیسویں صدی تمام ترترقیات وفتوحات کی صدی ہے۔آج جبکہ چاند پرکمندیں ڈالی جاچکی ہیں اورسورج کوفتح کرنے کی مہم جاری ہے،مگراتنے اعلیٰ اقداراورتہذیبی عروج کے باوجوددنیا کی آدھی آبادی کا مسئلہ ہزارہاپرواز کے پرکھولنے کے باوجود

کہیں نہ کہیں گردش وقت کی چاک پر ناچاہتے ہوئے بھی اپنی حقیقی صورت گڑھنے میں ناکام ہے۔

خواب وسراب کے سفر میں برہنہ پا نسائی وجود آج بھی سنگ ریزوں پر چلنے پر مجبور ہے۔مندرج تمام تر دلائل اس بات کا بعین ثبوت ہیں کہ شائشتہ یوسف کی غزلوں میں نسائی فکر،عصری شعور،تہذیبی بیداری اور اخلاقی حد بندیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔شائشتہ یوسف کی غزلوں میں نسائی احساسات وجذبات،عصری شعور اور شعری فنی چابکدستی کے ساتھ ساتھ جمالیاتی حس اور اجتماعی دکھ بھی مترشح نظر آتا ہے۔بقول شمیم حنفی:

''شائشتہ یوسف کے اشعار کی کتاب "سونی پرچھائیاں" کو بھی میں نے اسی "نا" اور "ہاں" عیاں اور نہاں کے تخلیقی اور ذہنی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر دیکھا ہے۔یہ ایک تنہا،اپنے شخصی اور اجتماعی وسوسوں میں گھری ہوئی روح کی سرگوشیاں ہیں۔کبھی یہ سرگوشیاں انکار بن جاتی ہیں،کبھی نہیں بن پاتیں۔ان نظموں اور غزلوں سے مرتب ہونے والے مجموعی ماحول اور ادراک واحساس کے ساتھ بیان اور اظہار میں بھی پختگی کا عنصر ناپید ہے اور یہی ان اشعار کی خوبی ہے۔ایک طرح کی جذباتی ہچکچاہٹ،فکر کی تذبذب اور زبان وبیان کا کچا پن ان اشعار کے مطالعے کو ہمارے لیے دلچسپ بناتا ہے۔۹

مذکورہ بالا رائے کی روشنی میں اگر ہم شاعرہ کی نظموں کا جائزہ لیں تو حقیقت اور رومان دست وگریباں نظر آتے ہیں۔رومانیت اور کڑوی،تلخ وترش سچائیاں اپنے ہونے کا خراج مانگتی نظر آتی ہیں۔فریاد،نوحہ،انحراف اور احتجاج کی مدھم لئے موہوم سی امید کی لو روشن کیے ہوئے جسم وجاں میں سرائیت کرتی نظر آتی ہے۔یہ وہ شرر ہیں کہ شعلہ وجوالہ نہ بن سکیں،یہ وہ آتش فشاں ہے کہ جس کے لاوے کبھی سرد ہی نہیں پڑتے کہ مرد اساس معاشرہ ''روز نئے ایک بت کی پوجا اپنا دھرم سمجھتا ہے'' ایسے میں کوئی نسائی وجود تمام تر بلند وبالا خصوصیات،ذاتی وسماجی قدر ومنزلت کے باوصف اندر ہی اندر ٹوٹتا بکھرتا رہتا ہے اور فریاد بہ لب ہے کہ

''مجھ کو احساس دلا دو کہ میں زندہ ہوں ابھی۔''

بہرکیف! غزلوں کی طرح ان کی نظموں کا انداز بھی انوکھا اور دلکش ہے۔ خواب وخیال کا ساسماں ان نظموں میں موجود ہے۔ داستان کے فن کو نظم کے پیکر میں کس ہنرمندی سے ڈھالا ہے کہ نظمیں بذات خود کہانیاں بنتی نظر آتی ہیں۔مثلاً ان کی نظموں کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں ۱۔ایک کہانی ۲۔نظارہ درمیاں ہے ۳۔انکھیں آہن پوش نہ ہوں گی

۴۔تلاش ۵۔میرا حسن تیری نگاہوں میں ۶۔واپسی ۷۔ایلی یلی شفقتی ۸۔ ہفت افلاک ۹۔عناصر کو بکھر جانے دو ۱۰۔ درپن کی سونی پر چھائیں۔جبر واختیار ۱۳۔میدان کربلا ۱۴۔گہرا گھاؤ ۱۵۔حاضری ۱۶۔تو حاصل نہ کردی ۱۷۔خدا ۱۸۔ بہ کوشش بہشت وغیرہ چند نظموں کے یہاں حوالے درج کرنا چاہونگی ؎

سن لی رامائن کی جب پوری کتھا
ایک انوکھی کیفیت نے چھولیا
ہاتھ میں جیسے خدا کا ہاتھ تھا

(سن لی امائن کی جب پوری کتھا)

ایک اور نظم ملاحظہ کریں کہ جس کا عنوان "واپسی" ہے ؎

سپیرا روزانہ
مجھے سانپ سے ڈسواتا ہے
اور تماشائی
دلچسپی سے کھیل کے
دوسرے حصے کا
انتظار کرتے ہیں
مردہ بدن میں
دوبارہ زندگی کے آثار
دیکھنے کے کے اشتیاق میں
بے قرار ہوتے ہیں
اور میں سپیرے کے ایک اشارے پر
دھیرے دھیرے
سانس روکنے کے عمل کو
لوگوں کی تالیوں کی نذر کر کے
پیسے ہٹورنے لگتی ہوں
روزانہ جی چاہتا ہے
یہ لمحاتی موت
لافانی بن جائے

(نظم۔واپسی)

علامتی واشارتی پیرائے میں کس درجہ معنی خیز باتیں درج کی ہیں۔ معنی ومفہوم کی پرتیں رفتہ رفتہ مرکزی نقطے کی جانب توجہ مبذول کرواتی ہیں۔ ایک اور نظم کی جانب آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہونگی کہ جس کا عنوان "ایلی ایلی شفقتی" (اے خدا، اے خدا، تو

نے مجھ پر شفقت کیوں نہیں کیا) ملاحظہ فرمائیں۔

موت کے بعد
گذرنے والے
تجربے کیا سکھاتے ہیں
اس کا علم نہیں
جن کیفیتوں سے گذری ہوں
ان میں کتنے جنم، کتنے یگ
دائرہ کار
آگ کو گلزار
بناتے گذر گئے
لیکن، اب میر آزمائش
اور میری بے بسی کیا نہتا
تجھے پکارتے ہیں
تو نے "وفیہا نعیدکم" کہا تجھے اس مٹی میں لوٹا رہے
ہیں

ڈاکٹر شائستہ یوسف کی دلکش اسلوب نگارش اور منفرد انداز بیاں کی وضاحت (سونی پر چھائیاں) کے تعلق سے جناب شمیم حنفی صاحب نے کچھ یوں کیا ہے:

> ''شائستہ یوسف کا تخیل زرخیز ہے اور انہیں فنکارانہ اظہار کے تقاضوں عرفان بھی حاصل ہے۔ انہوں نے قصہ گوئی اور مصوری کے عناصر کی آمیزش سے ایک خاص اسلوب وضع کیا ہے۔ جس میں بڑی تازگی محسوس ہوتی ہے۔ تین نظمیں، تمہارے نام اور ''بدلتے منظر'' اس اسلوب کا ایک دلکش نمونہ پیش کرتی ہیں۔''[۱۰]

ایمانی اظہار کا یہ وصف انکی کم وبیش نظموں میں ملتا ہے۔ڈاکٹر محمد کاظم نے شائشتہ یوسف کے شعری جہات نامی مضمون میں رقمطراز ہیں کہ:

''شائستہ یوسف کی شاعری نہ صرف اپنے دور کی آئینہ دار ہے بلکہ ان کے شعری مجموعے ''سونی پر چھائیاں'' اور'' گل کودرو'' کے مطالعے سے ان کی شعری جہات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔''[۱۱]

اپنے شعری مجموعہ'' آب آئینہ'' (شاعری) 2020 جس پر جناب شافع قدوائی نے بہترین مضمون " آب آئینہ: خیال انگیز نظموں اور غزلوں کا مونتاژ" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"ڈاکٹر شائستہ یوسف: شخصیت اور فن" کے عنوان سے 2019–2020 میں کرناٹک یونیورسٹی سے ایک ریسرچ اسکالر نے اپنا تحقیقی مقالہ سپردقلم کررہی ہیں، جو باعث فخر ہے۔ریسرچ سکالر مبینہ اطاگی کا یہ تحقیقی مقالہ نئی نسل کے لیے چراغ راہ ثابت ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ نظمیں ہوں کہ غزلیں ڈاکٹر شائستہ یوسف اپنے منفرد دلکش،محاکاتی انداز میں نظم کی تعمیر کے فن سے خوب واقف ہیں۔عبدالواحد ساز نے ان کی کتاب ''سونی پر چھائیاں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کی نظموں میں جو بات قاری کو بہ یک نظر متوجہ کرتی ہے وہ ہے کبھی صراحت سے رمز کی طرف اور کبھی رمز سے صراحت کی طرف گامزن ہیں'' ان کی نظموں میں دور حاضر کی جذباتی،تعلقاتی کشاکش کو اشارے کنائے میں بیاں کیا گیا ہے۔

بہرحال! مجموعی طور پر " گل خودرو" اور "سونی پر چھائیاں" اپنے منفرد اور دلکش انداز بیاں اور شدت جذبات احساس کا وہ اظہار یہ ہیں کہ جن کی مثالیں اردو نسائی شاعری میں کم کم میسر ہیں۔آگ میں پھول کھلانے کا ہنر ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، یہ انفرادو اجتہاد صرف اور صرف ڈاکٹر شائشتہ یوسف کا حصہ ہیں ؎

میں تو چڑیا تھی کھا گئی دھوکا
وہ بجوکا تھا آدمی سمجھی

شائستہ یوسف بیک وقت کئی زبانوں پر دسترس رکھتی ہیں۔ ہندوستانی ادبیات کے علاوہ عربی اور فارسی سے بھی خوب واقفیت رکھتی ہیں۔کسی فن پارے کی تنقید اس میں حسن وقبح کی تلاش ہے،سوشائشتہ یوسف کی چند غزلیں طوالت کا شکار ہیں کہ جن میں آمد نہیں آورد کی کیفیت پائی جاتی ہے۔یہ چند نظمیں اظہار کے تقاضے کے خلاف ہیں، چند غزلیں بھی اپنے اندر کڑواہٹ

کا احساس دلاتی ہیں، جس میں دبا دبا سا احتجاج، بے اعتنائیوں کا بیان یعنی ''قربتوں نے بھی جدائی کے زمانے مانگے'' والی کیفیت ہے۔ تحقیق: تخلیق اور تنقید کے بغیر ناممکن ہے، سو شائشتہ یوسف صاحبہ ناقدانہ بصیرت بھی رکھتی ہیں۔ زندگی کے تلخ وترش، خوش کن وشیریں احساسات وجذبات کی خود ہی پارکھ بھی ہیں اور شارخ بھی ہیں۔ ان کی شاعری معلوم سے نامعلوم کے سفر پر گامزن ہے، چنانچہ یہ دعویٰ حق بجانب ہے کہ :

"سونی پر چھائیاں ۲۰۰۸ میں شائع شدہ مجموعہ کلام ہے، اسے ایک ذہن اور حساس روح لا زندگی نامہ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

خلاصہ

مختصر یہ کہ نسائی شاعری کی تاریخ گواہ ہے کہ ادیباؤں نے کم وبیش اپنے جذبات واحساسات کو قدرے بہتر اور پر اثر انداز میں نظموں/غزلوں/قطعات اور رباعیوں کی صورت میں رقم کیا ہے۔ ڈاکٹر شائستہ یوسف نے بھی اپنی غزلوں/نظموں کو اپنا خون جگر عطا کیا ہے اور اثبات ونفی، اقرار وانکار محبت اور مزاحمت کے موتی، جذبوں کی تازگی، فکر کی میناکاری اور منفرد لب ولہجے کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منقشر کیا ہے، جس کا بعین ثبوت ان کی تخلیقات ہیں۔ ڈاکٹر شائستہ یوسف دیگر شاعرات اردو کی طرح اپنی ذات کے نہاخانوں میں روشنی کی نئی کرن کی منتظر ہیں کہ ازلی دکھ بہر حال مختلف رنگوں میں آشکارہ ہوتے رہیں گے۔

گردش تقدیر کے ہیں کچھ مسلسل دائرے
ہر جنم میرا غلط تحریر کر جائے مجھے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ عاصر اردو شاعریا ورجدید عورت کی حسیت۔ڈاکٹر شبنم آرا۔(ترجیحات آن لائن اردو جنرل)

۲۔ اردو ادب میں تانیثیت :(urdunotes.com)

۳۔ اردو ادب میں تانیثیت کی بڑھتی لے۔ڈاکٹر شبنم آرا۔(worldurdump.com)